

ڈراما

عالمی ادب میں صنفِ ڈراما کو ہمیشہ سے بلند مقام حاصل رہا ہے۔ وہ ہندوستان ہو، یونان ہو یا برطانیہ، ہر جگہ اس صنف کی پذیرائی اور ترقی ہوئی ہے۔ ڈرامے کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔ مگر اس کی ایک سادہ سی تعریف یہ ہے کہ ”ڈراما کسی قصے یا واقعے کو اداکاروں کے ذریعے، ناظرین کے روبرو عملاً پیش کرنے کا نام ہے۔“ اس سے واضح ہوا کہ ڈراما ناول یا افسانے کی طرح صرف لکھے یا پڑھے جانے تک محدود نہیں۔ اس کے لیے پیش کش ضروری ہے بلکہ یہ مکمل ہی تب ہوتا ہے جب اسے عملاً اسٹیج پر پیش کر دیا جائے۔ ناول اور افسانے کی طرح ڈرامے میں بھی پلاٹ، کردار، مکالمہ اور کوئی نہ کوئی مرکزی خیال ہوتا ہے۔ مگر قصے کی عملی پیش کش ہی اسے ناول اور افسانے سے ممتاز کرتی ہے۔

بنیادی طور پر ڈرامے کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ 1۔ ٹریجڈی (المیہ) 2۔ کامیڈی (طربیہ)۔ ان دونوں عناصر، یعنی الم و طرب کے امتزاج سے بھی ڈرامے لکھے گئے ہیں۔ اس طرح المیہ طربیہ وجود میں آیا۔ اس کے علاوہ ”میلو ڈراما“، ”فارس“، ”ڈریم“ اور ”اوپیرا“ بھی ڈرامے کی اقسام میں شامل ہیں۔

اردو ڈرامے کی ابتدا 1844 سے 1855 کے دوران واجد علی شاہ کی ڈرامائی پیش کش اور امانت و مداری لال کی اندر سبھاؤں سے لکھنؤ میں ہوئی۔ مگر اسے عروج حاصل ہوا پارسی اسٹیج کے ڈراموں سے۔ جس زمانہ میں لکھنؤ اور اس کے گرد و نواح میں اندر سبھاؤں کی دھوم مچی ہوئی تھی، اسی زمانے میں ممبئی میں مغربی اثرات کے تحت ایک نئے قسم کا ڈراما وجود میں آ رہا تھا جسے پارسی اسٹیج کا نام دیا گیا۔ یہ نام اسے اس لیے دیا گیا کیونکہ اس کی ابتدا اور ترقی میں پارسیوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔

پارسی اسٹیج کا پہلا ڈراما ”خورشید“ ہے جسے 1870 میں ایدل جی گھوری نے لکھا تھا۔ اس سے پہلے بھی کچھ ڈرامے لکھے گئے مگر وہ دستیاب نہیں ہیں۔ پارسی اسٹیج کے ڈرامے بھی ابتدائی اردو ڈراموں کی طرح منظوم ہوتے تھے۔ ان میں رقص، موسیقی اور گانوں کا استعمال بھی ویسا ہی تھا۔ قصے اور کردار بھی فوق فطری ہوتے تھے مگر پیش کش کا انداز ابتدائی ڈراموں سے مختلف تھا۔ ”پرو سینیم“، یعنی آگے گرنے والے پردے کا استعمال پارسی اسٹیج سے شروع ہوا۔ اب اسٹیج کی پچھلی دیوار پر سین سینریوں والے پردے لگائے جانے لگے۔ ہر ذیلی سین پر بھی پردہ گرنے اور اٹھنے لگا۔ اسٹیج پر طرح طرح کی مشینوں کا استعمال ہونے لگا۔ مکالموں میں دھیرے دھیرے نثر کا استعمال بڑھا۔ گانے کم ہو گئے۔ فوق فطری واقعات اور کرداروں کے بجائے روزمرہ زندگی کے واقعات اور مسائل ڈرامے کا موضوع بننے لگے۔

آغا حشر کاشمیری

1876/1879 تا 1931/1935



آغا حشر اترپردیش کے شہر بنارس میں پیدا ہوئے، اصل نام محمد شاہ تھا۔ آغا حشر نے عربی، فارسی اور اردو کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ بعد میں انگریزی تعلیم کے لیے اسکول بھی بھیجے گئے مگر پڑھنے لکھنے سے زیادہ ان کا دل سیر و تفریح اور شعر و شاعری کی محفلوں میں لگتا تھا۔ وہ بہت ذہین تھے۔ جو کچھ پڑھتے حرف بہ حرف یاد ہو جاتا تھا۔

اس دور میں پارسی تھیٹر کی کمپنیاں شہر شہر گھوم کر ڈرامے دکھایا کرتی تھیں۔ 1897 میں ”الفریڈ جولیا کمپنی“ بنارس پہنچی۔ اس کے اہم ڈراما نگار احسن لکھنوی تھے۔ آغا حشر ڈرامے دیکھنے جاتے تو احسن سے ملاقاتیں بھی ہوتی تھیں۔ ایک روز کسی بات پر احسن سے الجھ گئے اور یہ کہہ کر چلے آئے کہ ایسے ڈرامے تو میں ایک ہفتے میں لکھ سکتا ہوں۔ لہذا اپنا پہلا ڈراما ”آفتاب محبت“ لکھا جو 1897 میں بنارس کے ”جواہر اکسیر پریس“ سے شائع ہوا۔ اس ڈرامے کی اشاعت سے ان کی بہت ہمت افزائی ہوئی۔

ڈراما نگاری کے شوق میں آغا حشر بمبئی پہنچے تو وہاں ان کا مقابلہ بڑے بڑے تجربہ کار ڈراما نگاروں سے تھا۔ چنانچہ انھوں نے ڈرامے لکھنے اور ادبی و علمی لیاقت بڑھانے کے لیے خوب محنت کی۔ انھیں ڈراما نگار کی حیثیت سے پہلی نوکری ”الفریڈ تھیٹر ایکل کمپنی“ میں ہی ملی، جس کے لیے انھوں نے پہلا ڈراما ”مرید شک“ لکھا۔ اس کی مقبولیت نے آغا حشر کو بہت جلد شہرت کی بلندیوں تک پہنچا دیا اور یہ شہرت روز بروز بڑھتی گئی۔

فلمی کہانیوں کو شامل کر کے ان کے ڈراموں کی کل تعداد اڑتیس (38) ہے۔ ان کے ڈراموں میں تین طرح کے پلاٹ پائے جاتے ہیں۔ پہلے وہ جو مغربی ڈراموں سے ماخوذ ہیں۔ دوسرے وہ جو تاریخی یا نیم تاریخی واقعات پر مبنی ہیں۔ تیسرے وہ جو سماجی اور اصلاحی موضوعات پر لکھے گئے ہیں۔

”یہودی کی لڑکی“ آغا حشر نے 1913 میں لکھا۔ یہ ان کے سب سے زیادہ مقبول ڈراموں میں شامل ہے۔ آغا حشر نے اس میں بظاہر رومن سلطنت اور یہودی قوم کے درمیان کش مکش دکھائی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہودی قوم اور رومن مذہبی پیشوا

کے پردے میں انگریزی حکومت اور ہندوستانی عوام کے درمیان جاری کش مکش کو پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح براہ راست مفہوم کے ساتھ ساتھ اس ڈرامے کا ایک علامتی مفہوم بھی نکلتا ہے۔

اس ڈرامے میں کردار نگاری اوسط درجے کی ہے، کوئی ایسا کردار نہیں جو ہمارے دلوں پر نہ مٹنے والا نقش چھوڑ جائے۔ پھر بھی، وقتی طور پر، اس کے کردار ہمیں متاثر ضرور کرتے ہیں۔ اس میں مکالمے چھوٹے اور برجستہ ہیں، جن میں گفتگو کا انداز پایا جاتا ہے۔ زبان سلیس اور رواں ہے۔ جو بات نثر میں کہی جاتی ہے، آغا حشر اس میں زور پیدا کرنے کے لیے اسے شعر میں بھی دہراتے ہیں۔ یہ طریقہ اس وقت پسندیدہ تھا مگر اب یہ تکرار گراں گزرتی ہے۔ اس ڈرامے میں متفرق اشعار کم ہیں۔ نثر کو پُرکشش بنانے کے لیے کہیں کہیں اس میں قافیے کا استعمال ہوا ہے۔ تشبیہ و استعارے کے استعمال سے بھی وہ اپنی نثر کو پُر اثر بناتے ہیں۔

پیش کش کے لحاظ سے بھی یہ ڈراما نہایت موزوں ہے۔ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے اسٹیج پر پیش کرنے میں دقت ہو۔ اسٹیج کی ضروریات کو نظر میں رکھ کر ہی اسے لکھا گیا ہے۔

مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ اردو کا ایک شاہکار ڈراما ہے، جو طویل بھی ہے اور جسے مکمل طور پر اس کتاب میں نہیں پیش کیا جاسکتا۔ چنانچہ اسے مختصر کر کے پیش کیا گیا ہے۔ اس میں اصل قصے کے ساتھ ساتھ ایک مزاحیہ قصہ ”نصیب“ اور ”کرامت“ کا بھی چلتا رہتا ہے، جس کا اصل قصے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ لہذا اسے نکال دیا گیا ہے۔ غیر ضروری اشعار اور گانے بھی خارج کر دیے گئے ہیں۔ کچھ مکالمے بھی نکال دیے گئے ہیں۔ مگر یہ اس سلیقے کے ساتھ کیا گیا ہے کہ کہانی میں تسلسل برقرار رہے اور اصل قصہ کہیں مجروح نہ ہو۔

اس ڈرامے کا قصہ اس طرح ہے کہ سلطنت روم میں رومن کے علاوہ یہودی قوم بھی آباد ہے۔ ایک نوجوان مارگس کو عزرا یہودی کی لڑکی حتا سے محبت ہو جاتی ہے۔ حتا بھی اس سے سچی محبت کرتی ہے مگر مختلف وجوہات کی بنا پر، اسے شبہ ہو جاتا ہے کہ مارگس یہودی نہیں ہے۔ وہ مارگس سے زور دے کر حقیقت دریافت کرتی ہے تو وہ رومن ہونے کا اقرار کر لیتا ہے۔ مگر اس سے سچی محبت کا یقین بھی دلاتا ہے اور گھر سے کہیں دور چل کر شادی کر لینے کے لیے کہتا ہے۔ پہلے تو حتا تیار نہیں ہوتی، مگر مارگس خود کشی کر لینے کی دھمکی دیتا ہے تو حتا کو اس کی محبت پر یقین آ جاتا ہے۔ دونوں گھر سے جانا ہی چاہتے ہیں کہ عزرا سامنے آ جاتا ہے، جو چھپ کر ساری باتیں سن رہا تھا۔ دونوں اس سے معافی مانگتے ہیں اور رحم کی درخواست کرتے ہیں۔ عزرا شادی کے لیے تیار ہو جاتا ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ مارگس یہودی مذہب اختیار کر لے۔ مارگس تیار نہیں ہوتا اور وہاں سے چلا جاتا ہے۔

ایک روز حتا اور مارگس کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ اسے بتاتا ہے کہ وہ عام آدمی نہیں بلکہ اس ملک کا ولی عہد ہے۔ اگر وہ اپنا

مذہب تبدیل کر لیتا تو اسے سلطنت سے ہاتھ دھونا پڑتا۔ وہیں حتا کو پتہ چلتا ہے کہ مارگس کی شادی کل شہزادی آکیٹیویا سے ہونے جا رہی ہے، جو پہلے سے طے تھی۔ اسے بے حد رنج ہوتا ہے اور وہ اسے روکنے کا تہیہ کر لیتی ہے۔

شادی کے موقع پر عزرا یہودی اپنی قوم کی طرف سے نذرانہ پیش کرنے کے لیے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ حتا بھی وہاں پہنچ جاتی ہے اور بادشاہ کو ساری بات بتا کر انصاف کی طلب گار ہوتی ہے۔ بادشاہ شہزادہ مارگس سے پوچھتا ہے تو وہ اپنے جرم کا اقرار کر لیتا ہے۔ بادشاہ اسے قید کر کے مذہبی عدالت میں مقدمہ چلانے کا حکم دیتا ہے۔

اسی روز شہزادی، حتا کے پاس جاتی ہے اور شہزادے کو معاف کر دینے کی درخواست کرتی ہے۔ حتا کو مارگس پر رحم آ جاتا ہے اور اپنا الزام واپس لے لیتی ہے مذہبی پیشوا بروٹس جو یہودیوں سے نفرت کرتا ہے اور پہلے بھی ان پر کافی ظلم کر چکا ہے، شہزادے پر جھوٹا الزام لگانے کے جرم میں حتا اور عزرا کو جلتے ہوئے تیل میں ڈال دیے جانے کا حکم دیتا ہے۔ مارگس ان کے لیے رحم کی درخواست کرتا ہے، تو بروٹس، عزرا کو مذہب تبدیل کرنے کی شرط پر معافی دینے کو تیار ہو جاتا ہے۔ عزرا اسے نہیں مانتا ہے اور اسے سولہ سال پہلے کا واقعہ یاد دلاتا ہے، جب شاہ ”نیرو“ کے حکم سے شہر رومہ میں چاروں طرف آگ بھڑک رہی تھی۔ اس آگ میں بروٹس کی بیوی جل کر خاک ہو گئی تھی۔ مگر اس کی شیرخوار بیٹی کو آگ سے اسی نے بچا لیا تھا۔ اور اب یہی اس کی بیٹی ہے، جسے اس نے اپنی بیٹی کی طرح پالا ہے۔ بروٹس ثبوت مانگتا ہے۔ عزرا یہودی حتا کے گلے میں پڑا ہوا شاہی خاندان کا تعویذ اور مروارید کی مالا دکھاتا ہے۔ بروٹس اسے پہچان کر تصدیق کرتا ہے۔ اپنے کیے پر شرمندہ ہوتا ہے۔ دونوں سے معافی مانگتا ہے اور آئندہ کے لیے نیک زندگی گزارنے کا عہد کرتا ہے۔

اس وقت آکیٹیویا حتا سے کہتی ہے کہ تم بھی شاہی خاندان سے ہو، تو کیوں نہ میری ہر راحت اور خوشی میں برابر کی شریک ہو جاؤ۔ بادشاہ بھی اس کی اجازت دے دیتا ہے مگر حتا یہی کہتی ہے کہ مجھے اس جھوٹی دنیا کی کوئی چیز نہیں چاہیے۔ تم دونوں جیو اور خوش رہو۔ یہیں ڈراما ختم ہو جاتا ہے۔

یہودی کی لڑکی

کردار

مرد

1. مارگس
2. بروٹس
3. عزرا
4. بادشاہ
5. سپاہی
6. کیشیش

خواتین

1. حنا
2. آکیویا
3. جونا

پہلا ایکٹ — پہلا سین

محل

مارگس : آکٹیویا، تم اور یہاں؟

آکٹیویا : ے

جو نظر اب ہے وہ پہلے تری بے دید نہ تھی

اس طرح آنکھ بدل لے گا یہ اُمید نہ تھی

آخر اس بے رخی کا سبب؟



- مارگس : کوئی نہیں۔
 آکیویا : اس ناراضگی کا باعث؟
 مارگس : کچھ نہیں۔
 آکیویا : تو پھر کیا ہو گیا؟
 مارگس : سودا ہو گیا۔
 آکیویا : ہوش و حواس کدھر گئے؟
 مارگس : مرحوم آرزوؤں کے ساتھ وہ بھی مر گئے۔
 آکیویا : تو کیا اب مجھے تم سے کوئی آس نہیں؟
 مارگس : آس دلانے والی چیز ہی میرے پاس نہیں۔
 آکیویا : میرے پیارے وہ کیا؟
 مارگس : دل۔

میں دل کو روؤں گا اور روئے گا دل عمر بھر مجھ کو
 نہ میری ہے خبر دل کو نہ دل کی ہے خبر مجھ کو

پہلا ایکٹ — دوسرا سین

یہودیوں کا محلہ

(مارگس کا یہودیوں کے لباس میں آنا)

- مارگس : پیاری حتا۔ میری یہ خواہش ہے کہ تم چہرے پر نقاب ڈالے بغیر گھر سے باہر نہ نکلا کرو۔
 حتا : اس کی وجہ؟
 مارگس : وجہ یہ ہے کہ جس طرح بارش سے دھلے ہوئے شفاف آسمان پر شفق کی سرخی شہاب پاشی کرتی ہوئی حد نظر تک پھیل

جاتی ہے تو تمام دنیا بے پایاں مستی میں ڈوبی ہوئی پُر شوق نگاہوں سے اس کی دلفریبیوں پر قربان ہونے لگتی ہے اسی طرح جب تمہارے گلابی گالوں کے عکس سے کائنات کا ذرہ ذرہ جگمگانے اور ہنسنے لگتا ہے تو قدرت کی مخلوق ہی نہیں خود قدرت بھی تمہیں پیار سے دیکھنے لگتی ہے۔

ہے نظر کاتب کی اپنے ہاتھ کی تحریر پر
خود موصور بھی مٹا جاتا ہے اس تصویر پر



حنا : تو میرے پیارے۔ تم رشک کرتے ہو؟

مارگس : رشک؟ میں اُس لباس پر رشک کرتا ہوں جو تمہارے خوبصورت جسم کو اپنی آغوش میں لیے رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں تمہارے سائے سے رشک کرتا ہوں جو ان قدموں سے پلٹا ہوا ساتھ ساتھ چلتا ہے۔

اسیر پنچہ عہد شباب کر کے مجھے

کہاں گیا مرا بچپن خراب کر کے مجھے

کسی کے دردِ محبت نے عمر بھر کے لیے

خدا سے مانگ لیا انتخاب کر کے مجھے

(دونوں کا گاتے ہوئے جانا۔ رومن سرداروں کا داخل ہونا)

سپاہی نمبر 1: تو کیا آپ اس مشرقی ستارہ کو روم کی کلیو پیٹر کا خطاب دیتے ہیں؟
 کیشیش: ہاں۔ اور اس خطاب پر بھی مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اُس کے حسن خدا داد کی داد دینے میں بُخل سے کام لے رہا ہوں۔

سپاہی نمبر 2: جب تو اُس کے حُسن کی غلامی کرنے کے لیے رومن سوراؤں میں سے بہت سے سینئر وائٹونیو پیدا ہو جائیں گے۔
 سردار: دیکھو دیکھو وہ کافر ادا یہودن اسی طرف آرہی ہے۔
 کیشیش: قسم ہے رومن خون کی۔ میں اس روم کی سب سے زیادہ حسین دوشیزہ کے حسن کی داد دیے بغیر کبھی یہاں سے نہ جاؤں گا۔

سپاہی نمبر 1: اس کی مرضی کے خلاف؟
 کیشیش: ہاں۔ ہاں۔

سپاہی نمبر 3: جبراً؟
 کیشیش: بے شک۔ ہم کون ہیں؟

سپاہی نمبر 2: معزز رومن۔

کیشیش: اور یہودی کون ہیں؟

سپاہی نمبر 4: رومنوں کے ادنیٰ غلام۔

کیشیش: تو بس پس و پیش بیکار ہے۔ غلام اور غلام کے مال پر آقا کو ہر طرح کا اختیار ہے۔

(حُتا کا آنا)

حُتا: (پھول سے مخاطب ہو کر)۔

فدا ہوں جس طرح اُس گل پہ تجھ پر بھی فدا ہوتی
 جو تجھ میں اُس کی رنگت، اس کی بو، اس کی ادا ہوتی

کیشیش: ۔

فقط یہ پھول ہی کیا مستحق ہے مہربانی کا
 ادھر بھی اک اچھٹی سی نظر، صدقہ جوانی کا

حنا : جناب آپ کون ہیں؟ اور کیا چاہتے ہیں؟
 کیشیش : میں یہ پوچھتا ہوں کہ یہ پھول زیادہ نظر فریب ہے یا یہ؟ یہ زیادہ خوبصورت ہے یا یہ؟ اس کی پتھڑیوں کو دیکھ کر
 طبیعت لپچاتی ہے یا ان پتھڑیوں کو؟
 حنا : صاحب آپ ہوش میں ہیں؟
 کیشیش : ے

رحم کرتی ہیں کہیں، یہ زگس مے نوش بھی
 اک نظر میں دل بھی چھینا ساتھ دل کے ہوش بھی
 حنا : بس بس۔ ایک غیرت دار شریف زادی اس سے زیادہ اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتی۔
 کیشیش : ے

مست مے نشاط بھی ہیں باغ باغ بھی
 آنکھیں بھی شاد کام ہوئیں اور دماغ بھی
 منت پذیر حسن خدا داد کیجیے
 یہ ہونٹ رہ گئے ہیں انھیں شاد کیجیے
 (حنا کو پکڑ لینا)

حنا : چھوڑ دے۔ چھوڑ دے بے رحم موذی مجھے چھوڑ دے۔
 کیشیش : ے

صرف کر دے زور، جتنا بھی پرو بازو میں ہے
 چھٹ چکا وہ صید جو صیاد کے قابو میں ہے
 حنا : دوڑو۔ بھاؤ۔ یہ مکینہ میری عزت پر حملہ کرتا ہے۔
 (مارگس کا یہودی کے لباس میں آنا)

مارگس : خبردار۔ اوبد معاش پا جی۔ اگر ایک انچ بھی آگے بڑھا تو یہ بالشت بھر کی چھری قبضے تک سینے میں اتار دوں گا۔
 کیشیش : تو کون؟

- مارگس : تجھ پر لعنت بھیجنے والی زبان، تجھے سزا دینے والا ہاتھ۔
- کیشیش : حقیر ہستی۔ کیا تو رومن قوم کے معزز نوجوان کا مقابلہ کرنے آیا ہے؟
- مارگس : معزز؟ ایسی کمینی حرکتیں اور معزز؟ جب تمہارا دل، تمہارا خیال، تمہاری ہر چیز ذلیل ہے تو پھر تمہارے معزز ہونے کی کیا دلیل ہے؟
- کیشیش : بس خاموش۔ شاید تیرے دل میں اپنی زندگی کا پیار نہیں ہے۔ کیا تو رومن قوم کے غرور، غصہ اور ہیبت ناک انتقام سے خبردار نہیں ہے؟
- مارگس : ذلیل غلام۔ تو اپنے پاجیانہ خیالات کے اظہار میں تمام رومن قوم کو کیوں شامل کرتا ہے؟
- یہ طرز زیست ہے ان کی نہ یہ قرینہ ہے
وہ سب کمینے نہیں صرف تو کمینہ ہے
- کیشیش : بس یہ اپنی بد زبانی سے اپنی موت کے فتوے پر مہر کر چکا۔ سپاہیوں باندھ لو اس باغی کو۔
- مارگس : بد بخت، نامراد۔ بھالے نیچے جھکا دو۔
- کیشیش : کس کے حکم سے؟
- مارگس : میرے حکم سے۔
- کیشیش : تو کون؟
- مارگس : دیکھ۔
- (مارگس کا سیدھ کھول کر نشان شاہی دکھانا)
- کیشیش : کون شہزادہ مارگس؟ آپ؟
- مارگس : چپ۔
- (سپاہیوں کا بھالے جھکا دینا اور حتا کا مارگس سے لپٹ جانا)

پہلا ایکٹ — چھٹا سین

عزرا کا مکان

(حٹا اور مارگس آتے ہیں)

حٹا : میں حیران ہوں کہ اس روز ان انسان نما درندوں کے زور کس قوت نے گھٹا دیے۔ تم میں وہ کون سی چھپی ہوئی طاقت ہے جسے دیکھتے ہی ظالم رومنوں نے اپنے خونریز بریچھے اور مغرور سر، زمین کی طرف جھکا دیے۔

مارگس : پیاری حٹا۔ جس طرح اکثر لوگ سانپ اور بچھوکا منتر جانتے ہیں، اسی طرح ان رومنوں پر قابو پانے کے لیے میرے پاس بھی ایک طلسم ہے۔

حٹا : مگر دیکھنا پیارے۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ بدلتا ہے۔

کہیں ایسا نہ ہو، کچھ ان کا اثر ہو جائے

اس وفا اور محبت کو نظر ہو جائے

مارگس : پیاری حٹا۔ اگر کچھ سنانے ہی کو جی چاہتا ہے تو جی بھر کر سنالو۔ مگر فال بد منھ سے نہ نکالو۔

(عزرا کا اندر آنا)

عزرا : ظالم، بے دین، یہاں بھی چین سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ حٹا۔ حٹا۔

حٹا : حکم پیارے ابا۔

عزرا : رومنوں کے بادشاہ کی بھتیجی اور ولی عہد سلطنت کی مگنیتر شہزادی آکیو یا اس طرف سے گذر رہی تھی۔ اتفاقاً ایک ستون سے ٹکرا کر اس کے رتھ کا پہیہ چور چور ہو گیا اور اس کا شاہی غرور اپنی غریب رعیت سے پناہ اور مدد مانگنے کے لیے مجبور ہو گیا۔

مارگس : تو کیا وہ آپ کے یہاں قیام کرنا چاہتی ہے؟

عزرا : ہاں۔ دوسری سواری کے آنے یا پہلی کے درست ہو جانے تک وہ پاک قوم کی لڑکی ایک ناپاک یہودی کے گھر میں

ٹھہرنا چاہتی ہے۔

حنا : تو ابا جان جائیے۔ مہمان بن کر آنا چاہتی ہے تو ضرور بلا لائیے۔
مارگس : (خود کلامی) آکٹیویا اور عزرا کے گھر میں۔ کیا اپنی منگیتر کی موجودگی میں میرا راز راز رہ سکے گا۔ (مخاطب ہو کر)
ہاں۔ کیا میں ہٹ جاؤں؟

عزرا : کیوں؟
مارگس : شاید شہزادی ایک غیر شخص کی موجودگی پسند نہ کرے۔
عزرا : ٹھہرو۔ مجھے اس ناخواندہ مہمان کے آنے کے بعد تمہاری مدد کی ضرورت ہوگی۔

(جانا)

مارگس : (خود کلامی)۔

چغلیاں کھائے گا گھبرائے ہوئے چہرے کا رنگ
کھول دے گی بھید دونوں پر پریشانی مری
(آکٹیویا کا عزرا کے ساتھ اندر آنا)

آکٹیویا : ہاں عزرا۔ گاڑی کے اتفاقہ ٹوٹ جانے سے مجھے قدرے تکلیف تو ہوئی تاہم اس تکلیف میں بھی اپنے لیے ایک طرح کی خوشی محسوس کرتی ہوں۔ اگر یہ ناشدنی واقعہ پیش نہ آتا تو مجھے اپنے چچا کی ایک وفادار رعیت کے جوہر پہچاننے اور یہودی قوم کی اخلاقی خوبیوں کو جاننے کا کبھی موقع نہ ملتا۔

عزرا : میں اس نوازش کا ممنون ہوں۔ اگر حضور کے ہم قوم، ہمارے آقا، ہماری جان و مال کے مالک معزز رومن بھی اپنی رعایا کے ساتھ یہی برتاؤ رکھیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کی حکومت چاند اور سورج کی عمر پاسکتی ہے۔
آکٹیویا : (مارگس کو دیکھ کر خود کلامی) تعجب، حیرت۔ کس قدر ملتی جلتی صورت۔ ایک قلم کی دو تصویریں۔ یہودی فریم میں رومن تصویر؟

مارگس : (خود کلامی)۔

آج تو قیر گئی، بات گئی، شان گئی
کچھ بنائے نہ بنے گی، جو وہ پہچان گئی

آکیویا : عزرا۔ یہ نوجوان شخص کون ہے؟
 عزرا : حضور۔ یہ میرے ایک ہم مذہب کی آنکھ کا تارا ہے اور مجھے اولاد سے بھی زیادہ پیارا ہے۔
 آکیویا : کیوں جونا۔ کیا یہ چہرہ دیکھنے والے کے دل میں حیرت پیدا نہیں کرتا؟
 جونا : جی ہاں۔ اگر یہ آدمی یہودی کے لباس میں نہ ہوتا تو میں ضرور شہزادہ مارگس سمجھ کر دوزانو ہو کر اس کے دامن کو بوسہ دیتی۔
 عزرا : حضور۔ میں تھوڑی دیر کی غیر حاضری کی معافی چاہتا ہوں۔
 آکیویا : خوشی کے ساتھ۔
 مارگس : ضرورت ہو تو میں بھی ساتھ چلوں؟
 عزرا : ٹھہرو۔ کیا انگاروں کے فرش پر کھڑے ہو؟
 (عزرا اور حتا کا جانا)

مارگس : (خود کلامی)۔
 یہ کہاں سے آگئی حیران کرنے کے لیے
 اور دروازے نہ تھے کیا اس کو مرنے کے لیے
 آکیویا : جونا۔ میں اس نوجوان یہودی سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ اس سے کہہ کہ میرے نزدیک آئے۔
 جونا : ذرا قریب آنا بھائی۔
 آکیویا : جونا۔ میں اپنی زندگی میں اس سے زیادہ کبھی حیرت زدہ نہیں ہوئی جتنی آج اس کی اور اپنے پیارے کی ملتی جلتی صورت دیکھ کر ہوئی ہوں۔

دل پوچھ رہا ہے آنکھوں سے، یہ بہتر یا وہ اعلیٰ ہے
 قدرت نے ایک ہی سانچے میں کیا دو سکوں کو ڈھالا ہے
 (عزرا اور حتا کا دوبارہ آنا)

حتا : (خود کلامی)۔

آنکھوں میں باتیں ہوتی ہیں ہونٹوں پہ اگرچہ تالا ہے
 جس چاند کی میں دیوانی ہوں کیا یہ بھی اسی کا ہالا ہے

عزرا : (خودکلامی)۔

اس کے بھی رنگ عجب سے ہیں اس کا بھی طور نرالا ہے
ہے یہ بھی چپ اور یہ بھی چپ کچھ دال میں کالا کالا ہے

(سپاہی کا آنا)

سپاہی : حضور عالیہ۔ سواری تیار ہے۔ صرف حضور کا انتظار ہے۔

آکیٹویا : اچھا عزرا۔ میں نے تمہیں بہت تکلیف دی۔ اگر پھر کبھی اس طرف سے گذری تو ضرور تم سے ملنے کی خوشی حاصل کروں گی۔

عزرا : حضور کی رعیت نوازی سے مجھے ایسی ہی امید ہے۔

(آکیٹویا، جو نا اور سپاہی کا جانا)

مارگس : (خودکلامی)۔

میں تو سمجھا تھا، کہ پوری آج رسوائی ہوئی
خیر گذری، ٹل گئی، سر سے بلا آئی ہوئی

حنا : یہ شہزادی تم سے واقف ہے؟

مارگس : اتنا ہی جتنا وہ تم سے واقف ہے۔

حنا : ہوں۔ اس روز رومن سرداروں کا ایک بیک تمہارے آگے جھک جانا، آج شہزادی آکیٹویا کا تمہیں دیکھ کر حیرت میں آنا ظاہر کرتا ہے کہ تم پر اندھا بھروسہ عقل کا قصور ہے۔ تمہارا رومنوں سے کوئی نہ کوئی پوشیدہ تعلق ضرور ہے۔

مارگس : پیاری حنا۔ اس بات کا جواب دینے کی نہ مجھ میں جرأت ہے اور نہ میں اس کی ابھی ضرورت سمجھتا ہوں۔

(دونوں کا جانا)

پہلا ایکٹ — آٹھواں سین

باغ

(مارگس اور حنا کا باتیں کرتے دکھائی دینا)

حنا : بس بس۔ میں اب تشویش اور خوف کی حالت میں ایک نامعلوم مدت تک رہنا نہیں چاہتی۔
مارگس : دماغ خیال کا اور خیال لفظوں کا ساتھ نہیں دیتے۔ مجھے جواب دینے کے لیے کچھ مدت دو۔



حنا : بس آج ہی یا کبھی نہیں۔ میرا دل اس کانٹے کی چھین کو زیادہ برداشت نہیں کر سکتا۔

یہ رنج جائے یہ تکلیف و اضطراب مٹے

کہو کہو کہ کسی طرح یہ عذاب مٹے

مارگس : تو پیاری حنا۔ حقیقت کے چہرے سے نقاب دور ہوتی ہے دیکھو اصلیت کی بھیانک شکل دیکھ کر خوفزدہ نہ ہونا۔ نفرت نہ کرنا۔ میں آج تک یہودی کے لباس میں ایک دھوکے باز عاشق کا پارٹ کر رہا تھا۔ آہ کہنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ اچھا سنو سچ یہ ہے کہ۔

ہر اک گمان الگ ہے ہر اک یقین الگ

تمہارا دین الگ ہے ہمارا دین الگ

حنا : تو کیا تم ہمارے ہم مذہب نہیں ہو؟

مارگس : نہیں۔ میں تمہارے مذہب کے دشمنوں کی ڈالی ہوئی بنیاد ہوں۔ یعنی رومن خون اور رومن باپ کی اولاد ہوں۔

حنا : تم یہودی نہیں ہو؟

مارگس : نہیں۔

حنا : تو پھر تمہیں یہودی بننے کو کس نے کہا؟

مارگس : تمہاری محبت نے۔

حنا : بس بے درد بس! ایک دغا باز رومن ایک معصوم یہودی لڑکی کے چہرے کی طرف دیکھنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔

مارگس : تو کیا تم میری مجبوریوں کا خیال کر کے میرا گناہ نہیں معاف کر سکتیں؟

حنا : نہیں۔

مارگس : تو کیا اپنا دل مجھ سے پھیر لوگی؟

حنا : آہ کاش یہ ممکن ہوتا۔ مگر نہیں سب کچھ ہو سکتا ہے۔ یہی نہیں ہو سکتا۔

(عزرا کا آنا اور چھپ کر دونوں کی باتیں سننا)

مارگس : تو پھر میرے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے کیوں انکار ہے؟

حنا : اس لیے کہ اس دل پر میرا قبضہ ہے مگر اس ہاتھ پر میرے باپ کا اختیار ہے۔
 مارگس : اگر تمہیں انکار ہے تو پھر میرا اس دنیا میں جینا بیکار ہے۔

(اپنے آپ کو خنجر مارنے کی کوشش کرتا ہے)

حنا : ٹھہرو۔ پیارے ٹھہرو۔

مارگس : بس ہاں یا نہیں۔ ایک لفظ

حنا : تھوڑی دیر۔ غور کرنے کے لیے، تھوڑی دیر۔

مارگس : ایک منٹ نہیں۔

حنا : آہ...

مارگس : بس کہو کہ مجھے منظور ہے۔

حنا : لے چل خوبصورت جادوگر، لے چل۔ حنا اس دل سے مجبور ہے۔

تیری ہوں، تیرے ساتھ ہوں، دیتی ہوں زباں میں

اب سایہ کے مانند جہاں تو ہے وہاں میں

(دونوں جانا چاہتے ہیں کہ عزرا سامنے آجاتا ہے)

عزرا : ٹھہرو۔ کہاں جاتے ہو؟ کہاں بھاگ کر چھپنا چاہتے ہو؟

حنا : رحم۔ پیارے ابا ہم گھنگاروں پر رحم۔

عزرا : رحم۔ ایسے نابکار پر؟ رحم تجھ جیسی نانہجار پر؟ کیا اسی دن کے لیے میں نے تجھے پالا تھا؟ اور کیوں اور من قوم کے

نخس کتے۔ جس نے ہمیشہ محبت سے تیری پیٹھ کو تھپتھپایا۔ جس نے تجھے شریف اور وفادار سمجھ کر تیرے منہ پر ٹھوکر

مارنے کے بدلے تجھے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھایا۔ اسی محسن کے کلیجے میں اپنے زہریلے دانت گڑونے کے لیے

تیار ہوا۔

حنا : ابا۔ پیارے ابا۔ بے شک ہم دونوں محبت کرنے کے مجرم ہیں مگر ہمارا جرم گناہ کی آلودگی سے پاک ہے۔ اس لیے ہم

سے نفرت کرنا انصاف کے خلاف ہے۔

مارگس : ے

ہے پاک گناہوں سے ہماری یہ خطا بھی
غارت ہوں، اگر ہم کو بدی نے ہو چھوا بھی
ہم چشمہ الفت میں ہیں مانند کنول کے
جو پانی کے اندر بھی ہے پانی سے جدا بھی

عزرا : تو کیا تم محبت کرنے کے سوا اور ہر طرح بے قصور ہو۔ چاند کی طرح اس زمین کی برائیوں سے دور ہو؟

مارگس : ہاں بزرگ عزرا۔ ایسا ہی ہے۔

عزرا : افسوس۔ میں نے کیا سوچ رکھا تھا اور یہاں کیا واقعہ روبہ کار ہے۔ سچ ہے جس طرح دریا کی رو کے سامنے ایک تنکا
بے بس ہے۔ اسی طرح تقدیر کے آگے تدبیر ناچار ہے۔

حنا : ابا۔ پیارے ابا۔

عزرا : تو کیا تم اسے عزیز رکھو گے؟

مارگس : اپنی جان کی طرح۔

عزرا : اچھا تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں اور خوشی سے اس کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دیتا ہوں آگے بڑھو۔ دوزانو
ہو۔ نہیں سنا۔ دوزانو ہو۔

مارگس : کیا آپ مجھ سے کوئی مزید اقرار کرانا چاہتے ہیں؟

عزرا : ہاں۔ بغیر مذہب بدلے۔ ایک رومن، یہودی لڑکی سے شادی نہیں کر سکتا۔ اس لیے سب سے پیش تر تمہیں اسرائیلی
عقائد کی تعلیم دے کر اپنے مذہب میں لاؤں گا اور پھر موسوی شریعت کے مطابق تم دونوں کا ہاتھ ملا کر باپ کے
فرض سے ادا ہو جاؤں گا۔

مارگس : ے

کس کو چاہوں، کس کو چھوڑوں، کشمکش میں جان ہے

اک طرف یہ حور ہے اور اک طرف ایمان ہے

عزرا : جواب دو۔ کیا خیال ہے؟

- مارگس : میں حتا کو چھوڑ سکتا ہوں مگر اپنا مذہب چھوڑنا محال ہے۔
- عزرا : تو پھر نہیں؟
- مارگس : نہیں۔
- عزرا : تب کیا۔ رومن قوم کے ذلیل کتے۔ کیا تو معصومیت کے معبد میں گناہوں کی بدبو پھیلانے، فسق و فجور کا جال بچھا کر ایک بھولی بھالی لڑکی کو حرام کاری کا راستہ بتانے آیا تھا۔
- حتا : پیارے۔ میرے پیارے۔ یہ کیا؟
- ہم وہی اور تم وہی پھر یک بیک کیا ہو گیا
- با وفا دل آج کیوں بے درد ایسا ہو گیا
- مارگس : حتا۔ میری قوت فیصلہ بیکار ہو گئی۔ میرے چاروں طرف تاریکی چھا گئی۔ اب مجھے جانے دو۔
- (پردہ)

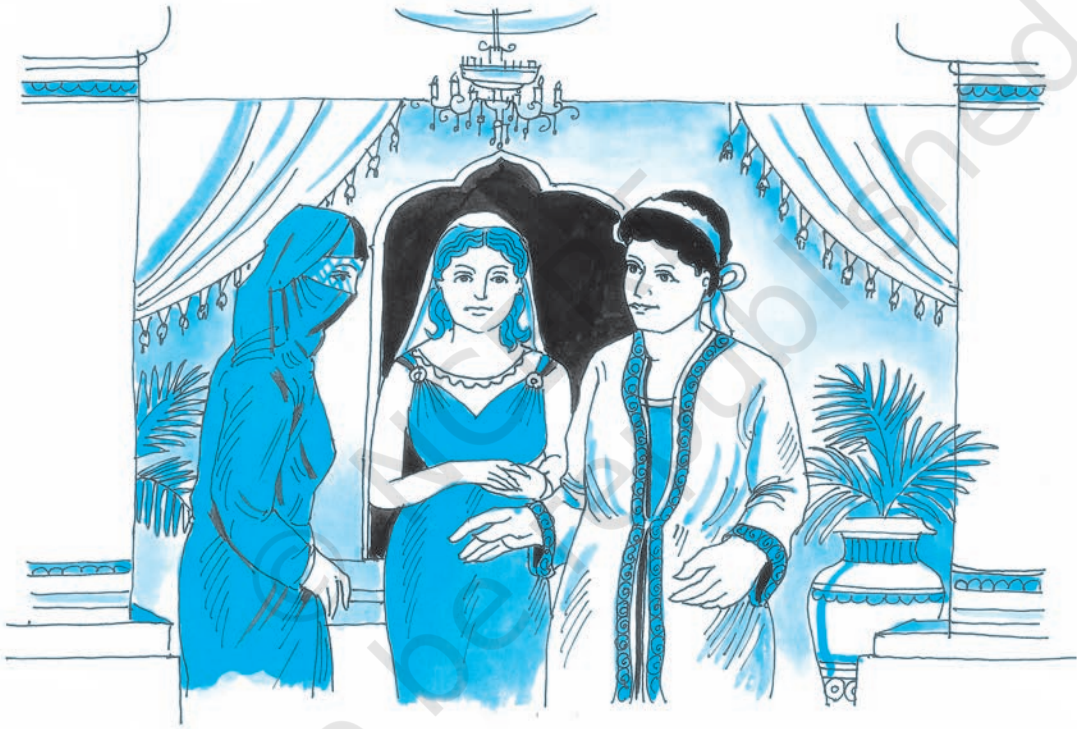
دوسرا ایکٹ — پہلا سین

شاہی محل

(مارگس اور آکیویا کا آنا)

- مارگس : پیاری آکیویا۔ احمق، شرابی اور پاگل، ان میں سے کوئی جرم کرے تو درگزر کی جاسکتی ہے مگر جس گناہ میں عقل تمیز اور ارادہ شامل ہو اس سے چشم پوشی نہیں ہو سکتی۔ میں کس منہ سے معذرت پیش کروں؟
- آکیویا : میرے دل کے مالک۔ انسان اور غلطی ایک ساتھ پیدا ہوئے ہیں۔ جو گناہ نہیں کرتا وہ بے شک سزاوار تو صیغہ ہے۔ مگر جو گناہ کر کے نادم ہوتا ہے اور تلافی کرتا ہے وہ اس سے بھی زیادہ قابلِ تعریف ہے۔
- مارگس : تب تم میری گزشتہ بے اعتنائیوں کو معاف کرتی ہو؟
- آکیویا : میرے پیارے بار بار معافی کا لفظ دہرا کر مجھے کیوں شرمندہ کرتے ہو؟
- (آکیویا کا جانا)

مارگس : (خودکلامی) دعا باز مارگس۔ بے وفارومن۔ تو کتنا ذلیل شخص ہے؟ کہ زبان سے آکٹیویا کے ساتھ محبت کا اظہار کر رہا ہے۔ مگر تیرا دل ابھی تک حنا کو پیار کر رہا ہے۔ کیا ایک گناہ کے بعد دوسرا گناہ کرے گا؟ کیا ایک شریف یہودن کی زندگی اور اس رومن شہزادی کا بھی حال مستقبل تباہ کرے گا؟
(جاننا چاہتا ہے کہ حنا آتی ہے)



حنا : ٹھہرو۔

جاتے کہاں ہو مجھ کو ٹھکانے لگا کے جاؤ
مارا ہے جس کو اس کا جنازہ اٹھا کے جاؤ

مارگس : حنا۔ تم اور یہاں؟

حنا : ہاں۔

مارگس : کیوں آئیں۔ کس کے پاس آئیں؟

- حنا : اپنے صیاد کے پاس۔ قتل کر کے بھول جانے والے جلاد کے پاس۔
- مارگس : حنا۔ تم آج سے پہلے مجھے کیا سمجھتی تھیں؟
- حنا : ایک نیک یہودی۔
- مارگس : اور اب کیا سمجھتی ہو؟
- حنا : ایک بے وفارومن۔
- مارگس : لیکن میں نہ وہ تھا نہ یہ ہوں۔
- حنا : تو پھر۔
- مارگس : میں سلطنت روم کا ولی عہد یعنی اس ملک کا ہونے والا شہر یار ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اپنا مذہب تبدیل کرنے سے لاچار ہوں۔
- حنا : تم ولی عہد ہو؟ اس ملک کے ہونے والے بادشاہ ہو؟
- مارگس : ہاں۔ اب تم ہی منصف ہو۔ اگر میں تمہارے باپ کی شرط منظور کر لیتا تو مجھے مذہب کے ساتھ سلطنت کی امید بھی چھوڑ دینی پڑتی۔
- حنا : تو کیا سلطنت سچی محبت سے زیادہ قیمتی ہے۔ شاہی تخت عورت کے پاک دل سے زیادہ مقدس ہے۔ غلاموں اور درباریوں کا شور تہائی میں گونجتی ہوئی پیار کی راگنی سے زیادہ میٹھا ہے۔ شہزادے صاحب۔ اگر مرد کو دنیا میں عورت کی سچی محبت مل جائے تو اسے سلطنت کیا بہشت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔
- مارگس : جو ہو چکا اُس کا باعث مجبوری ہو یا بھول لیکن اب میں دوبارہ وہ خواب نہیں دیکھ سکتا۔
- حنا : کیوں؟
- مارگس : کیونکہ کل شہزادی آکیٹیویا سے میری شادی ہونے والی ہے۔
- حنا : شادی؟
- مارگس : ہاں۔
- حنا : کان مجھے دھوکا تو نہیں دیتے، اپنے لفظوں کو پھر دہراؤ۔ شہزادی آکیٹیویا سے تمہاری شادی ہوگی؟
- مارگس : ہاں۔ ہاں۔
- حنا : ظالم بے درد۔ تو کیا اسے بھی اپنی محبت کے جال میں پھنسا کر مجھ ناشاد و نامراد کی طرح اُس غریب کی جوانی اور زندگی

کو بھی خاک میں ملانا چاہتا ہے۔ اُس منحوس دن کا سورج کبھی طلوع نہ ہوگا میں تیرے بھولے شکار کو ہوشیار کر دوں گی کہ تو فریبی ہے، جھوٹا ہے، دعا باز ہے۔ یہ شادی ایک عورت کی زندگی کا انجام اور دوسری عورت کی تباہی کا آغاز ہے۔

مارگس : مگر یہ شادی کل کے دن مقرر ہو چکی ہے اور کل کا دن مقدر کے فیصلے کی طرح اٹل ہے۔

حنا : تو مقدر کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ شادی ہرگز نہ ہوگی۔

مارگس : یہ ناممکن ہے۔

حنا : اگر یہ ناممکن ہے تو میں یہ سمجھوں گی کہ ظالموں اور موزیوں کے لیے میدان صاف ہے۔ روم میں نہ کوئی بادشاہ ہے، نہ قانون ہے، نہ انصاف ہے۔

باطن میں بزدلے ہیں بظاہر دلیر ہیں
یہ دور سے ڈرانے کو مٹی کے شیر ہیں

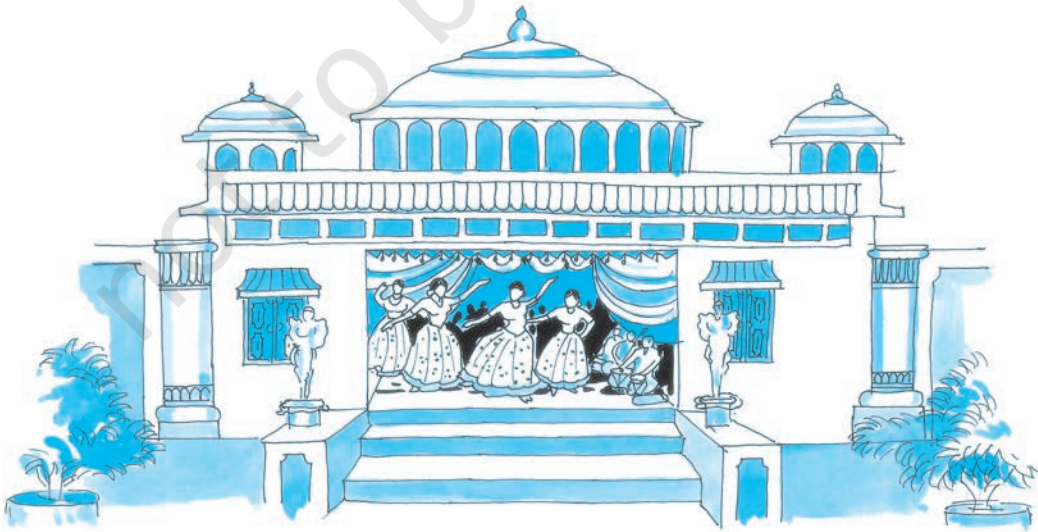
مارگس : ہُشت۔

(جانا)

دوسرا ایکٹ — دوسرا سین

دربار

(سہیلیوں کا ناچتے گاتے دکھائی دینا)



چوہدر : دولت و اقبال پابندہ، رعایائے روم کے رواج قدیم کے مطابق اس شہر کا مشہور سوداگر عزرا یہودی اپنی قوم کی طرف سے عقیدت مندانہ نذرانہ پیش کرنے کے لیے حاضر ہوا ہے اور عالی مرتبت شہزادی سے شرفِ حضوری کی اجازت چاہتا ہے۔

آکیویا : کون آیا ہے؟ عزرا۔ وہ یہودیوں میں سب سے زیادہ شریف و معزز بوڑھا۔ میں اسے دیکھ کر ضرور خوش ہوں گی۔ حاضر کرو۔

برٹس : (خودکلامی) دیوتا خیر کریں۔ یہ نحوست کی نشانی، مصیبت کا پیش خیمہ اس ہنسی خوشی کے جلسے میں کہاں سے نازل ہوا؟ (مخاطب ہو کر) شہزادی رواج کی سرپرستی جلسے سے باہر بھی ہو سکتی ہے۔ حکم دیجیے کہ نذرانہ لے کر اس نامبارک عبرانی کو دروازے ہی سے واپس کر دیا جائے۔

آکیویا : بزرگ باپ۔ ایک بے ضرر یہودی سے اتنی نفرت؟ کیا وہ کوئی چور یا خونی ہے؟

برٹس : وہ ایک کافر نعمت۔ سنگ دل۔ زر پرست۔ دیوتاؤں کی راندہ اور دنیا کی مردود کی ہوئی قوم کا ایک شخص ہے۔ اس لیے اس مبارک جلسے میں اس کا شریک ہونا سخت بدشگون ہے۔

آکیویا : مگر اُس کی موجودگی سے ہمارا کیا نقصان ہو سکتا ہے؟

برٹس : راتوں کو ایک کونے میں بیٹھ کر رونے والا کتا کیا نقصان پہنچاتا ہے جو فوراً محلّہ سے مار کر بھگا دیا جاتا ہے۔ مکان کی چھت پر بیٹھ کر غم زدہ آواز میں بولنے والا اُلُو کیا تکلیف دیتا ہے جو فوراً بانس اور ڈھیلیوں سے اڑا دیا جاتا ہے۔ جس طرح یہ دونوں اپنی موجودگی سے نحوست پھیلاتے ہیں اسی طرح یہ نجس یہودی بھی جہاں جاتے ہیں کوئی نہ کوئی مصیبت ضرور ساتھ لے جاتے ہیں۔

(عزرا کا داخلہ)

آکیویا : عزرا۔ خوش آمدید۔ تمہیں اس خوشی کے جلسے میں دیکھ کر مجھے بڑی مسرت ہوئی۔

عزرا : معزز شہزادی۔ سلطنت آپ کے گھر میں موجود ہے۔ زریں لباس آپ کے توشہ خانے میں بھرے پڑے ہیں۔ زر و جواہر آپ کی ٹھوکروں میں کھلتے پھرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ایسی چیز نہیں جس کی آپ کو پرواہ و ضرورت ہو۔ اس لیے میں اپنی اور اپنے قوم کی طرف سے ان کے دلوں کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعاؤں کا لازوال تحفہ پیش کرتا ہوں۔ اسے قبول فرمائیے۔

آکیویا : میں اس تحفے کو تمام دنیا کے خزانوں سے زیادہ قیمتی سمجھتی ہوں۔

عزرا : اس فراخ مشربی و بے تعصبی کے صلے میں اُس آسمانی خدا کی بہترین برکتیں آپ پر سایہ گستر ہوں۔ اور اُس ملعون رومن پر جس نے میری بھولی بچی کی راحت و زندگی تباہ کر دی، بدترین عذاب نازل ہو۔

بروٹس : عزیز شہزادی۔ اگر اس نجس یہودی کی موجودگی ضروری ہے تو پہلے اسے مندر میں بھیج کر پاک بنایا جائے۔ اس کے بعد شادی کے جلسے میں بلایا جائے اور شرکائے جلسہ کی روہیں اس کی پرچھائیں پڑنے سے گندی نہ ہو جائیں، اس لیے احتیاطاً دور بٹھایا جائے۔

سردار 1 : ناعاقبت اندیش یہودی خاموش رہ۔ کیا زندگی سے ناامید ہے؟ (بروٹس سے مخاطب ہو کر) بزرگ باپ۔ ایک فرسودہ حواس بوڑھے کو اپنا مخاطب بنانا آپ کے رتبہ اور شان سے بعید ہے۔

بادشاہ : میں بھی اس رائے کو پسند کر کے آپ کو اس کی احمقانہ جرأت سے چشم پوشی کرنے اور اس یہودی کو خاموش رہنے کا حکم دیتا ہوں..... اٹھیے اور میرے عزیز بچوں کو شادی کی برکت دیجیے۔

(بروٹس کا اٹھ کر مارگس اور آکیٹویا کا ہاتھ ملانا)

بروٹس : ے

خوش اور ایک دوسرے پر مہرباں رہو
دنیا میں باہمراہ رہو شادماں رہو
(حٹا کا آنا)

حٹا : ٹھہرو۔ جب تک انصاف کی عدالت میں بادشاہ عادل کے روبرو ایک با وفا کی عرضی پیش ہو کر دغا بازی کے مقدمے کا فیصلہ نہ ہو لے۔ اُس وقت تک ٹھہرو۔

بادشاہ : یہ کون؟

بروٹس : تو کون؟

مارگس : (خود کلامی) ے

باعث تکلیف راحت میں گراں جانی ہوئی
سن رہا ہوں صاف اک آواز پہچانی ہوئی

عزرا : حٹا۔ تو یہاں کیوں آئی؟

حٹا : انصاف کے لیے۔

عزرا : کیا تجھے یقین ہے کہ ایک رومن شہزادے کے برخلاف ایک یہودی لڑکی کی فریاد سنی جائے گی؟
 حنا : اگر اس دربار کا دعویٰ ہے کہ یہاں امیر و غریب دونوں کا یکساں انصاف ہوتا ہے تو اس دعوے کی شرم رکھنے کے لیے اسے میری فریاد سنی پڑے گی۔
 بادشاہ : اجنبی لڑکی۔ صاف لفظوں میں حال بیان کر۔ اگر تو مظلوم ہے تو تیرا حریف چاہے شاہی نسل ہی کا آدمی کیوں نہ ہو مگر انصاف ضرور تیری طرفداری کرے گا۔ بول۔ کس کی ستائی ہے؟ اور کس کے خلاف فریاد لائی ہے؟
 حنا : مجھے ستانے والا، دین و دنیا سے مٹانے والا۔

جفا پیشہ، وفا دشمن، ستم گر کون ہے؟ یہ ہے
 شکایت جس کی کرتا ہے مقدر کون ہے؟ یہ ہے

آکیویا : کون؟ شہزادہ مارگس؟
 بادشاہ : ولی عہد سلطنت؟
 حنا : یہی، یہی۔
 بادشاہ : مارگس۔ سنتا ہے؟ اس الزام کا تیرے پاس کیا جواب ہے؟
 مارگس : ے

ستائی گئی ہے، بُرا کہہ رہی ہے
 یہ جو کہہ رہی ہے بجا کہہ رہی ہے

آکیویا : دیوانی عورت۔ الزام لگانے سے پہلے انجام سوچ لے۔
 حنا : بچے۔ بچے۔ شہزادی صاحبہ۔ اس خوبصورت سانپ کے زہر سے بچے۔
 آکیویا : بس بس خاموش۔ میں اپنے پیارے کی نسبت ایسا کوئی لفظ سننا نہیں چاہتی جس سے اس کی توہین ہو۔
 حنا : شہزادی۔ ے

سراسر مکر، سرتاپا دغا، نا آشنا ہے یہ
 مری آنکھوں سے دیکھو تم تو ہو معلوم کیا ہے یہ
 کنواری رہنا بہتر جانے اس عقد ہونے سے
 وفا کی ہے عبث اُمید مٹی کے کھلونے سے

- بروٹس : عالم پناہ اگر میری نصیحت قبول فرمائیں تو میں یہ کہوں گا کہ عورت کے بیان پر کبھی یقین نہ کرنا چاہیے۔
- عزرا : سریر آراے عدالت، سلطنت کا ایک معزز رکن ہو کر انصاف کے راستے میں روڑا اٹکانا، دباؤ ڈال کر شاہی انصاف اور شاہی رائے کو ایک مظلوم فریادی کے خلاف بنانا کیا ان جیسے مقدس اور مذہبی پیشوا کو سزاوار ہے۔
- بادشاہ : کیا سلطان عادل کا انصاف مظلوموں کا سرپرست ہونے کے بدلے ظالموں کا طرفدار ہے؟
- عزرا : نہیں عبرانی کبھی نہیں۔ جس طرح آفتاب کی روشنی، امیر کے محل اور غریب کے جھونپڑے میں کوئی فرق نہیں کرتی اسی طرح میں بھی انصاف کے وقت ادنیٰ اور اعلیٰ سب کو یکساں جانتا ہوں۔ اپنی ذمہ داری اور اپنا فرض اچھی طرح پہچانتا ہوں۔
- عزرا : بس تو پھر جھگڑا صاف ہے۔ آج کے روز آپ کے لیے صرف ایک ہی کام ہے اور وہ ان دونوں کا انصاف ہے۔
- بادشاہ : میں انصاف کو استعمال کرنے کے لیے اپنی پوری طاقت صرف کر دوں گا۔
- حنا : خدا آپ کو مظلوموں کی حفاظت کے لیے قیامت تک زندہ رکھے۔ فرمائیے۔ آپ کی رعایا میں سے اگر کوئی شخص شادی کا وعدہ کر کے کسی عورت کو اپنی محبت میں گرفتار کرے اور اسے چھوڑ کر کسی دوسری عورت کو اپنی دغا بازی کا شکار کرے تو حضور والا کا قانون اس کے لیے کیا سزا تجویز کرتا ہے؟
- بادشاہ : موت۔ بغیر رحم کے موت۔
- عزرا : بس تو ہو چکا۔ فیصلہ ہو چکا۔ آپ شاہی نام کی عزت ہیں۔ تخت سلطنت کے اہل ہیں۔ قلم اٹھائیے اور ولی عہد کے سزائے موت کے کاغذ پر دستخط فرمائیے۔
- بادشاہ : مگر مجھے پہلے اس کا گناہ تو معلوم ہونا چاہیے؟
- حنا : یہ آپ کی عزت اور شہرت کو برباد کرنے والا، اس ملک کی غریب لڑکیوں کے سر پر تباہی لا رہا ہے۔ اس نے شادی کا وعدہ کر کے پہلے مجھے دھوکا دیا اور اب شہزادی آکیٹیو کو اپنی پُر فریب محبت کے پھندے میں پھنسا رہا ہے۔
- بادشاہ : مارگس۔ سنتا ہے؟ اٹھ کھڑا ہو۔ اس کا جواب دے۔ ورنہ بدترین قسم کی سزائے موت تیرے لیے تیار ہے۔
- مارگس : بے شک غلام اس کا خطاوار ہے اور عاجزی کے ساتھ حضور والا سے رحم کا امیدوار ہے۔
- بادشاہ : رحم یہ کر سکتی ہے میں نہیں کر سکتا۔
- بروٹس : خاقانِ عالم۔
- بادشاہ : بس۔

- بروٹس : عالی جاہ۔
- بادشاہ : کچھ نہیں۔
- بروٹس : یہ نہ ہونا چاہیے۔
- بادشاہ : یہ ضرور ہوگا۔
- بروٹس : میری یہ عرض ہے کہ قانون گمراہوں کے واسطے ہے نہ کہ بادشاہوں کے واسطے۔
- بادشاہ : مگر انصاف کی تلوار آقا اور غلام دونوں کے ساتھ یکساں سلوک کرتی ہے۔
- بروٹس : عشق کا جوش ایک طرح کا جنون ہوتا ہے۔
- حنا : تو یہ کیوں نہیں کہتے کہ امیروں کے سر تو تاج زر کے لیے ہیں اور غریبوں کے سر امیروں کی ٹھوکروں کے لیے ہیں۔
- بروٹس : بے شک۔
- عزرا : واہ رے مذہب اور واہ رے مذہبی پیشوا۔
- تمہارا غم ہے غم، مفلس کا غم بس اک کہانی ہے
 تمہارا عیش ہے عیش اور ہمارا عیش فانی ہے
 یہاں بچپن بڑھایا واں بڑھاپا بھی جوانی ہے
 تمہارا خون ہے خون اور ہمارا خون پانی ہے
 یہ نخوت اور یہ زر کیا لے کے اپنے ساتھ جائے گا
 یہیں رہ جائے گا سب یاں سے خالی ہاتھ جائے گا
- حنا : عادل سلطان۔ اب مجھے انصاف ملنے میں کیا دیر ہے؟ اگر آپ نے ابھی تک نہ سنا ہو تو میں اس سے بھی زیادہ بلند آواز سے انصاف پکار سکتی ہوں۔
- بادشاہ : اُف کیا کروں اور کیا نہ کروں؟
- عزرا : عادل بادشاہ۔ کیا بیٹے کی محبت اور انصاف میں جنگ ہو رہی ہے؟
- بادشاہ : ہاں۔ مگر فتح انصاف ہی کو ملے گی۔
- حنا : تو پھر انصاف ملنا چاہیے۔
- بادشاہ : ضرور ملے گا۔

- حنا : آپ سے؟
 بادشاہ : ہاں مجھ سے۔
 حنا : کہاں؟
 بادشاہ : یہاں۔
 حنا : کب؟
 بادشاہ : اسی وقت۔ بڑھو اے شاہی حکم کے پرستارو۔ اس ناخلف کو حراست میں لے لو اور کل مذہبی عدالت میں انصاف کے لیے پیش کرو۔
 بروٹس : حضور والا۔
 بادشاہ : خبردار۔ جو ایک لفظ بھی زبان سے نکالا۔

(موسیقی)

دوسرا ایکٹ — چوتھا سین

محل

(آکٹیویا کا آنا)

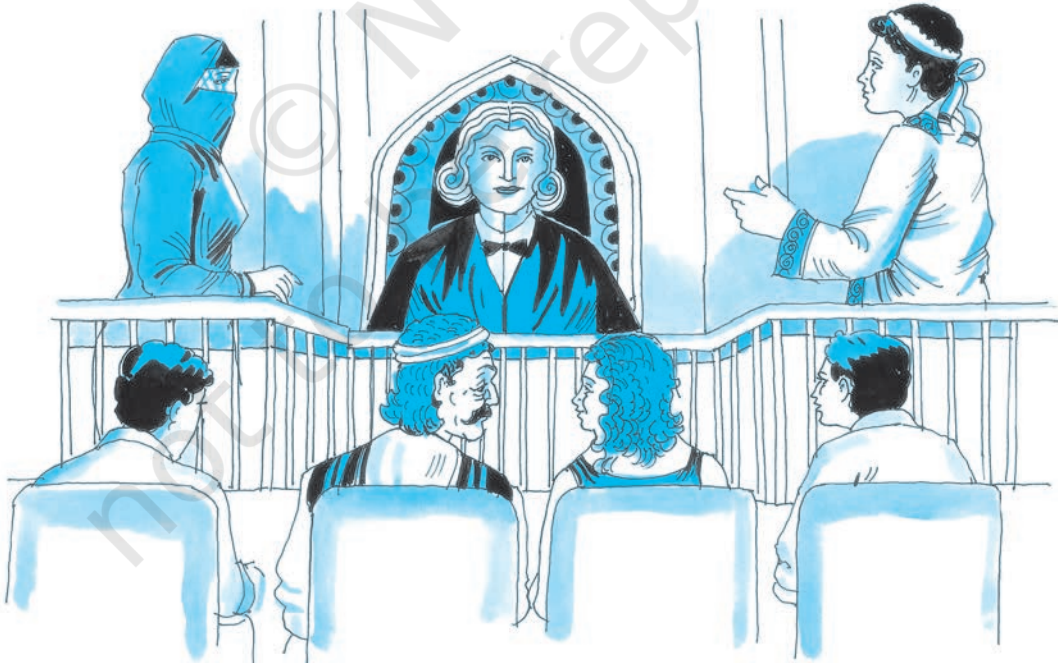
- آکٹیویا : میری پیاری بہن، اتنی سخت نہ بن۔ نرمی اور رحم جو عورت کی بہترین صفتیں ہیں، ان کو غصے پر قربان نہ کر۔ بُرے کے ساتھ تو بھی بُری نہ بن۔
 حنا : نہیں ہرگز نہیں۔ اب اس کے لیے ایک سوئی کی نوک کے برابر بھی میرے دل میں جگہ نہیں ہے۔
 آکٹیویا : دیکھو میں بھی تمہاری طرح ایک عورت ہوں اور معزز قوم کی عورت ہوں۔ ساتھ ہی ایک بادشاہ کی بیٹی اور دوسرے بادشاہ کی بھتیجی ہوں مگر اس پر بھی اس کی زندگی بھیک میں پانے کے لیے ایک فقیرنی کی طرح تمہارے سامنے دامن پھیلاتی ہوں۔

حتا : بچاؤں گی۔ بچاؤں گی۔ جب تم اور یہ دل دونوں اس کی طرفداری کرتے ہیں، تو ضرور بچاؤں گی۔
جاؤ اور کہہ دو وفا کی شرط پوری کر گئی
تم رہو جیتے کہ تم پر مرنے والی مر گئی

دوسرا ایکٹ — پانچواں سین

مذہبی عدالت

(مارگس اور حتا کا الگ الگ کٹھنوں میں کھڑے دکھائی دینا ایک طرف عزرا اور دوسری طرف آکٹیویا کا بیٹھے ہوئے نظر آنا۔ بروٹس کا اجلاس کی کرسی پر بیٹھنا۔ چند سپاہیوں کا حتا اور مارگس کو اپنی حراست میں لینا)
بروٹس : حتا تو ہوش میں ہے؟



- حنا : ہاں۔
- بروٹس : تجھ پر کوئی دباؤ تو نہیں ڈالا گیا؟
- حنا : نہیں۔
- بروٹس : تو بنا جبر و اکراہ اپنا پہلا بیان واپس لیتی ہے؟
- حنا : بیشک
- عزرا : حنا۔ حنا۔ کیوں محبت میں اندھی بن رہی ہے؟
- حنا : اس لیے کہ کچھ بھائی نہیں دیتا۔
- عزرا : کیوں اپنے ہاتھوں سے قبر تیار کر رہی ہے؟
- حنا : اس لیے کہ قبر میں جاؤں گی تو ایک بے وفا کے ظلم سے نجات پاؤں گی۔
- عزرا : عدالت اس کی باتوں کا یقین نہ کرے۔ یقیناً اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔
- بروٹس : حنا۔ میں روم کے قانون کے مطابق تجھ سے تیسری مرتبہ دریافت کرتا ہوں کہ تو شہزادہ مارگس پر لگائے ہوئے تمام الزامات واپس لیتی ہے؟
- حنا : ہاں۔ لفظ بہ لفظ
- عزرا : آہ
- بروٹس : یہودی۔ چونکہ تم بھی اس دعوے میں تائید کرنے والے تھے اس لیے اب تم کیا کہتے ہو؟
- عزرا : جس قدر افریقہ کے بیابان میں ریت کے ذرے ہیں ان سے بھی زیادہ میرے پاس بولنے کے لیے الفاظ تھے لیکن اس ناعاقبت اندیش چھوکری کی وجہ سے میں اب کچھ کہنا نہیں چاہتا اور قسمت کے فیصلے کے سامنے سر جھکاتا ہوں۔
- بروٹس : تو اب میرا صرف اتنا فرض رہ گیا ہے کہ اپنا آخری حکم سنا دوں... شہزادہ مارگس آپ کو عزت و آبرو کے ساتھ رہا کیا جاتا ہے... اور حنا اور عزرا، تمہیں ایک رومن شہزادے پر جھوٹا الزام لگانے کے جرم میں زندہ آگ میں جلانے جانے کی سزا دی جاتی ہے۔
- حنا : سزا۔ کس کو؟ مجھ کو یا میرے باپ کو؟

- بروٹس : دونوں کو۔
- حنا : مگر یہ انصاف کے خلاف ہے۔
- بروٹس : میرا یہ فیصلہ مطابق انصاف ہے۔
- حنا : ارے نہیں نہیں۔
- بروٹس : قانون اپنے فیصلے میں کسی ترمیم کی گنجائش نہیں دیکھتا... جاؤ اور اپنی قسمت کے موجودہ فیصلے کو صبر کے ساتھ برداشت کرو۔
- مارگس : بزرگ باپ اپنے شہزادے اور اس ملک کے ہونے والے بادشاہ پر ایک عنایت۔
- بروٹس : کیا؟
- مارگس : تھوڑی شفقت۔
- بروٹس : یعنی؟
- مارگس : اپنی طاقت اور اثر کو کام میں لائیے۔ جس طرح ممکن ہو ان دونوں کی جان بچائیے۔
- بروٹس : مگر عدالت؟
- مارگس : وہ آپ کے قبضے میں ہے۔
- بروٹس : قانون؟
- مارگس : وہ آپ کا حکم ہے۔
- بروٹس : موجودہ فیصلہ؟
- مارگس : وہ آپ کی رائے ہے۔
- بروٹس : بادشاہ کی مرضی؟
- مارگس : وہ آپ کی مٹھی میں ہے۔
- بروٹس : اپنے فیصلے کی آخری سطریں لکھتے وقت جب میں نے اس یہودی دوشیزہ کے بھولے چہرے کی طرف دیکھا تھا تو ایک نامعلوم جذبے کے اثر سے میری انگلیاں تھرتھرانے لگی تھیں اور اب بھی جب کہ یہ موت کی طرف جارہی ہے۔

- اپنی روح میں ایک عجیب ولولہ اور اضطراب محسوس کر رہا ہوں... اچھا آپ جانیے۔ مجھ سے جو ممکن ہوگا وہ کروں گا۔
- مارگس : تو میں ان دونوں کی زندگی آپ کو بطور امانت کے سپرد کرتا ہوں۔
- بروٹس : میں کوشش کروں گا کہ دیانت دار امین ثابت ہوں (مارگس جاتا ہے) حنا تم اپنے باپ کو پیار کرتی ہو؟
- حنا : اپنے مذہب کی طرح۔
- بروٹس : اولاد کے لیے ماں باپ اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں؟
- عزرا : یقیناً
- بروٹس : تو اولاد کی سلامتی کے لیے تمہیں روایت پرستی کے عقائد کو نثار کرنا ہوگا۔ جان بچانا چاہتے ہو تو اپنے بزرگوں کا مذہب چھوڑ کر تم دونوں کو رومن دین اختیار کرنا ہوگا۔
- عزرا : فکر، دکھ، بیماری اور بڑھاپے کے بوجھ کے نیچے دبی ہوئی زندگی کی قیمت، مذہب سے ادا کروں؟ اس چند روزہ دنیا کے لیے ابراہیم اور موسیٰ کے خدا سے دعا کروں؟
- بروٹس : میں نے تیری قوم کے ساتھ جو سلوک کیا، وہ اسی کی مستحق تھی مگر اب میری رحم دلی دیکھ کہ تجھے سراسر مجرم پاتا ہوں اور پھر بھی تیری جان بچاتا ہوں۔
- عزرا : جان۔ جان کی اب مجھے کوئی پروا نہیں۔ البتہ اتنی آرزو ہے کہ مرنے سے پہلے، ایک قاتل، پرن، بے رحم رومن کا سب کس بل نکال دوں۔ اس کے پتھر جیسے کلیجے میں چنگیاں لے لے کر سوراخ ڈال دوں۔
- بروٹس : میں تجھے سخت بیوقوف پاتا ہوں۔
- عزرا : میں تجھے آج سے سولہ برس پہلے کا واقعہ یاد دلاتا ہوں۔ جس وقت شاہ نیرو کے حکم سے شہر روما میں چاروں طرف آگ بھڑک رہی تھی، اُس وقت تیرے گھر میں ایک خوبصورت بیوی اور اس کی گود میں ایک چھ ماہ کی بچی تھی۔
- بروٹس : اس بات کی یاد دلانے سے تیری مراد کیا ہے؟
- عزرا : میں پوچھتا ہوں کہ ان دونوں کے آگ میں جل جانے کا واقعہ تو تجھے یاد ہے؟
- بروٹس : ہاں۔ میں اُس منحوس دن کو، جس روز موت نے میری بیوی اور بچی کو مجھ سے چھین لیا، کبھی نہیں بھول سکتا۔
- عزرا : نیرو کی آگ تیری بیوی کے لیے آتشیں کفن ثابت ہوئی مگر اس کے سینے سے لپٹی ہوئی تمہاری چھ ماہ کی معصوم بچی،

جو مردہ لاش پر قدرت کی آنکھ سے ٹپکا ہوا افسوس کا آنسو معلوم پڑتی تھی.....

بروٹس : کیا وہ زندہ رہی؟

عزرا : ہاں۔

بروٹس : اور ابھی تک زندہ ہے؟

عزرا : ہاں

بروٹس : اسے کس نے بچایا؟

عزرا : خدا کی ذات نے

بروٹس : کس نے آگ سے نکالا؟

عزرا : نہیں بتا سکتا۔

بروٹس : اس کا ٹھکانہ؟

عزرا : نہیں بتا سکتا۔

بروٹس : اُس سے ملنے کا طریقہ؟

عزرا : نہیں بتا سکتا

بروٹس : نہیں عزرا تجھے بتانا ہوگا۔

عزرا : ہرگز نہیں۔ یہ میرا راز ہے، جو میری جان کا دم ساز ہے۔

بروٹس : عزرا۔ عزرا۔ مجھ پر رحم کر۔

عزرا : رحم۔ رحم۔ آج یہ پہلا روز ہے کہ رحم کا لفظ تمہاری زبان سے نکلا اب تو تمہیں معلوم ہوگا کہ رحم کی ضرورت

مظلوم یہودیوں ہی کو نہیں بلکہ ظالم رومنوں کو بھی ہوا کرتی ہے۔ ایک کنگال مفلس یہودی کے پاس رحم کہاں سے آیا؟

جاؤ اپنے بے درد قانون سے مانگو۔ اپنی ظالم قوم سے طلب کرو۔ اپنے نامنصف دیوتاؤں کے آگے ہاتھ پھیلاؤ۔

بھیک مانگو۔ گڑگڑاؤ۔

بروٹس : بتادے عزرا۔ بتادے میں اپنے قصوروں کی تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور سر جو مذہبی پیشوا کا تاج پہننے کے بعد اس

ملک کے بادشاہ کے سامنے بھی نہیں جھکا، آج تیرے قدموں پر جھکتا ہوں۔

عزرا : کیوں؟ کیسا جھٹکا لگا؟

بروٹس : تو انکار؟

عزرا : لاکھ بار۔

بروٹس : نہیں جواب دے گا؟

عزرا : نہیں۔

بروٹس : نہیں بتائے گا؟

عزرا : نہیں۔

بروٹس : نہیں رحم کرے گا؟

عزرا : نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔

بروٹس : اچھا نہیں تو نہیں سہی۔ اب میں زبردستی تیرے سینے سے یہ راز اگلوادوں گا۔ تیری ایک ایک بوٹی کا قیمہ کر کے اپنے کتوں کو کھلوادوں گا۔ جاؤ لے جاؤ۔

رکھے اسے بھی وہیں، جس جگہ یہ آپ رہے

اب اس زمین پہ بیٹی رہے نہ باپ رہے

حنا : اے رومن سردار۔

بروٹس : مردار۔

عزرا : خبردار۔

(پردہ)

تیسرا ایکٹ — پہلا سین

راستہ

(جتنا سپاہیوں کے ساتھ قید خانے کی طرف جاتی دکھائی دیتی ہے)



تیسرا ایکٹ — دوسرا سین

دار العذاب

- بروٹس : عزرا! تو دعویٰ کرتا ہے کہ یہودی ہم رومنوں سے مذہب، نیکی اور فراخ دلی میں افضل ہیں؟
- عزرا : بے شک
- بروٹس : تو اس کا ثبوت دے۔
- عزرا : کس طرح؟
- بروٹس : ثابت کر کہ تو درگزر اور نیکیوں کا دلدادہ ہے۔ ثابت کر کہ تیری روح میں انتقام سے رحم کا مادہ زیادہ ہے۔
- عزرا : مگر میں رحم کس پر کروں؟
- بروٹس : مجھ پر۔
- عزرا : سب ہوگا۔ یہی نہیں ہوگا۔
- بروٹس : عزرا جو مفلس ہے وہ دولت چاہتا ہے۔ جس کے پاس دولت ہے وہ خطاب چاہتا ہے۔ جس کے پاس خطاب ہے وہ حکومت چاہتا ہے۔ میں تمہیں یہ تمام چیزیں بیک وقت دینے کو تیار ہوں۔ یہ سب لے لے اور اپنے دل کا راز مجھے دے دے۔
- عزرا : خود غرض رومن۔ تیرے ظلم و ستم کا کفارہ دولت سے ادا نہیں ہو سکتا۔ دولت اور خطاب زندگی کے خیالی سائے ہیں۔ اگر تو تمام دنیا کی دولت سمیٹ کر مجھے دے دے، تو بھی یہ ان آنسوؤں کی قیمت نہیں ہو سکتی جو تیرے ظلم و ستم نے مظلوموں کی آنکھوں سے ٹپکائے ہیں۔
- بروٹس : تو ظلم کر رہا ہے۔
- عزرا : تجھ سے تھوڑا۔
- بروٹس : تو بے رحم ہے۔
- عزرا : تجھ سے کم۔

- بروٹس : تو جہنم میں جائے گا۔
- عزرا : تیرے بعد۔
- بروٹس : تو نہیں؟
- عزرا : نہیں۔
- بروٹس : کب تک؟
- عزرا : موت تک۔
- بروٹس : اچھا تو دونوں کو حوالہ عذاب کرو۔ موت کے کڑوے پیالے کو اور زیادہ کڑوا بنانے کے لیے، باپ سے پہلے بیٹی کو کباب کرو۔
- حنا : ابا پیارے ابا۔ مرنے سے پہلے مجھے برکت دو کہ میرے دل سے موت کا خوف نکل جائے اور عورت کی فطرت بات پر جان دینے والے مرد کے ارادے سے بدل جائے۔
- عزرا : اُف! اس لڑکی کی محبت اور میرے ارادے میں جنگ شروع ہوگئی۔ بچاتا ہوں تو یہودی مذہب کی برکت اور نجات سے محروم رہی جاتی ہے اور نہیں بچاتا تو جنگل کی سوکھی ہوئی لکڑی کی طرح بھاڑ میں جھونک دی جاتی ہے۔ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔
- بروٹس : عزرا۔ دنیا کے کسی باپ کے کلیجے میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اپنی اولاد کی دردناک موت اپنی آنکھ سے دیکھ سکے۔ عقل سے پھر صلاح لے۔ تو دو حرف دے کر اس کی زندگی مجھ سے مول لے سکتا ہے۔
- بروٹس : جب اسے تبدیل مذہب سے انکار ہے، تو دیر بے کار ہے۔ ڈال دو کڑھاؤ میں۔
- عزرا : بروٹس۔ اس پر رحم کر۔
- بروٹس : نہیں
- عزرا : اسے چھوڑ دے۔
- بروٹس : ہرگز نہیں۔
- عزرا : اس کی زندگی بھیک میں دے دے۔
- بروٹس : کبھی نہیں۔ اگر اپنی اور اس کی زندگی کا پیار ہو تو وہ سوال جس کو میں دہراتے دہراتے تھک گیا ہوں اس کا جواب دینے کو تیار ہو۔

- عزرا : اچھا بتاتا ہوں۔
- بروٹس : بتاتا ہوں؟
- عزرا : ہاں۔
- بروٹس : تو بول
- عزرا : ایک شرط سے۔
- بروٹس : بیان کر
- عزرا : ان کو تائید کر دے کہ جس وقت میں تیری لڑکی کا حال بیان کر چکوں تو پس و پیش کے خیال کو دل سے نکال دیں اور بغیر دوسرا حکم پائے اس لڑکی کو اٹھا کر تیل کے کڑھاؤ میں ڈال دیں۔
- بروٹس : میں اس شرط کو منظور کرتا ہوں۔
- عزرا : دل و جان سے؟
- بروٹس : دین و ایمان سے۔
- عزرا : اچھا تو سنو۔ شہر روما کے جلنے سے دو برس پہلے کا واقعہ ہے کہ تو نے محض سلام نہ کرنے کے جرم میں میری پانچ برس کی بچی کو اس کی ماں کی گود سے زبردستی چھین کر شیروں کے پنجرے میں ڈال دیا تھا۔ مگر اب ایک یہودی کا سلوک دیکھ کہ اُس وقت جب کہ ظالم نیرو کے حکم سے تمام شہر میں آگ لگی ہوئی تھی میں نے تیرے جلتے ہوئے محل میں گھس کر تیری چھ ماہ کی اکلوتی بچی کو موت کے منہ سے باہر نکالا اور انتقام اور کینہ کو جس سے میرا سینہ جل رہا تھا، بھول گیا اور اسے اپنی اولاد کی طرح پالا۔
- بروٹس : تو نے نکالا؟ تو نے پالا؟
- عزرا : ہاں میں نے۔ میں نے ظالم رومن۔ ایک یہودی نے اور اس یہودی نے جسے تم ٹھوکر مار رہے تھے۔ جسے کتا سمجھ کر دھتکارتے تھے۔

روٹی جو اس کے حال پہ، اُس چشمِ نم کو دیکھ
اپنے ستم کو دیکھ، ہمارے کرم کو دیکھ

- بروٹس : مگر وہ کہاں ہے؟
- عزرا : کیا جن آنکھوں سے خدا کی ہزاروں قوتوں کو دیکھ کر بھی اُسے شناخت نہیں کر سکتے، ان آنکھوں سے اپنی لڑکی کو بھی

نہیں پہچان سکتے؟ دیکھو۔ غور سے دیکھو۔ خون آپ سے آپ جوش مارے گا۔ اگر تمہارا ہی لہو ہوگا تو رگوں کے اندر سے پکارے گا۔

بروٹس : نہیں عزرا نہیں۔ تو مجھ سے انتقام لینا چاہتا ہے۔ تیرا تلوار سے نہیں مار سکتا، اس لیے جھوٹی خوشی دلا کر دیوانہ بنا دینا چاہتا ہے۔

عزرا : وہ دیکھ۔ تیرے سامنے ہڈی اور خون سے بنا ہوا ایک آئینہ کھڑا ہے۔ اُسی آئینے میں تجھے، تیری کھوئی ہوئی لڑکی کی صورت نظر آئے گی۔ جو تیرے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچائے گی۔

بروٹس : یہ تو ایک یہودن لڑکی ہے۔

عزرا : یہودن نہیں، رومن نژاد ہے۔ میری نہیں تیری اولاد ہے۔

بروٹس : میری؟

عزرا : ہاں تیری۔ یہی وہ لڑکی ہے جسے میں نے بھڑکتی ہوئی آگ سے باہر نکالا اور اپنی اولاد بنا کر حتا کے نام سے پالا۔

بروٹس : اس کا ثبوت؟

عزرا : تیرے خاندان کی یادگار یہ تعویذ و عقیق کی مالا۔

خدا کی دین سے ملتا ہے یہ نصیبوں سے

ہے رحم سیکھنا تو سیکھ ہم غریبوں سے

بروٹس : ٹھیک یہ وہی مالا ہے جو پیدائش کے روز نظر بد سے محفوظ رکھنے کے لیے میں نے لڑکی کے گلے میں پہنائی تھی۔

پہچان لیا۔ وہی۔ وہی... آ... میرے دل کا سرور... میری آنکھوں کا نور... آ۔

حتا : ابا جان۔

عزرا : ٹھہرو۔ میرا وعدہ پورا ہو چکا۔ اب تمہارا وعدہ پورا ہونے کا وقت آیا۔ چلو۔ فکر و حیرت کو دل سے نکال دو اور باپ

کے سامنے بیٹی کو اٹھا کر تیل کے کڑھاؤ میں ڈال دو۔

بروٹس : نہیں عزرا۔ اب یہ نہیں ہو سکتا۔

عزرا : نہیں ہو سکتا۔ کیوں نہیں ہو سکتا؟

حیرت اور خوف کی تصویریں بن کر حرکت کرنا کیوں بھول گئے؟ ثابت کرو کہ تم زندہ ہو۔

بروٹس : نہیں عزرا نہیں۔ میری غرور کی زندگی ختم ہو گئی۔ میرے اقتدار کا سر بلند قلعہ ایک ہی زلزلے میں ریزہ ریزہ ہو کر اپنی

خاک میں کفن پوش ہو گیا۔

جب پڑی خود اپنے سر پر ضرب، عبرت ہو گئی
غیر کا بھی دکھ ہے دکھ، مجھ کو نصیحت ہو گئی

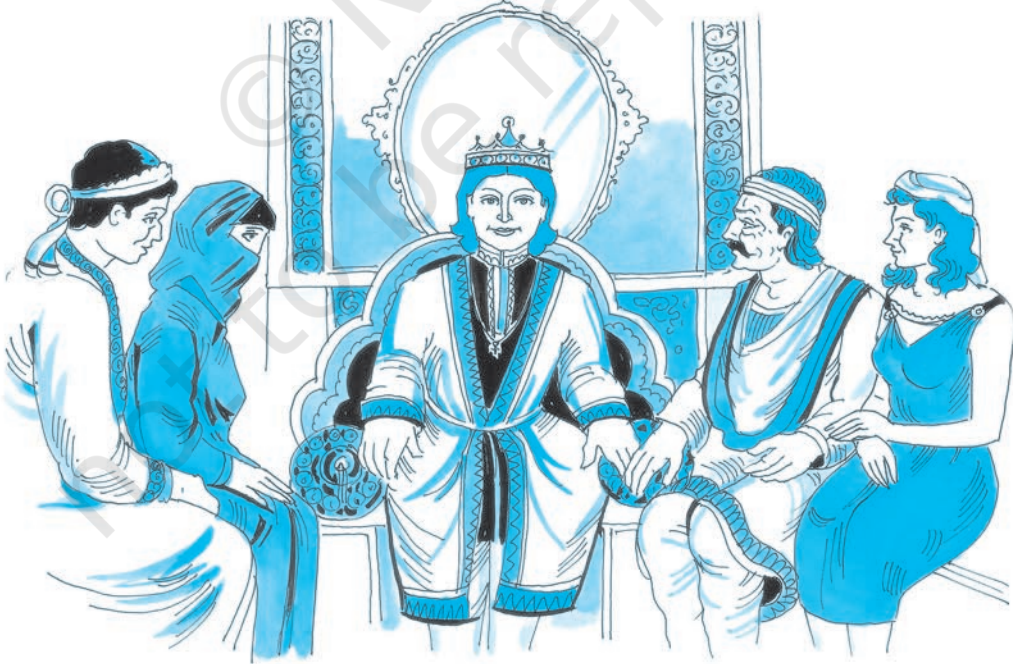
تیسرا ایکٹ — تیسرا سین

دربار

(سب کا خوشی میں بیٹھے ہوئے دکھائی دینا)

بروٹس : میرے محسن عزرا۔ میرے عزیز بھائی۔ اگرچہ محبت پدری کا کچھ اور ہی ارادہ ہے۔ مگر تپا پر مجھ سے تمہارا حق زیادہ ہے۔ اس لیے جس دین و مذہب میں اس نے پرورش پائی ہے اسی دین و مذہب میں رہے گی۔ جس طرح آج تک تمہیں اپنا باپ کہتی رہی ہے۔ اُسی طرح ہمیشہ کہے گی۔

مارگس : پیاری بتا۔ میں تمہارا گنہ گار ہوں۔ اور جو سزا تجویز کرو اس کو بخوشی برداشت کرنے کے لیے تیار ہوں۔



- حُٹا : میں تمہیں یہی سزا دیتی ہوں کہ جس طرح مجھے دھوکا دیا ہے، اسی طرح آئندہ کسی عورت کو دھوکا نہ دینا۔
- آکیو یا : پیاری بہن۔ جب تم رومن نسل اور رومن باپ کی اولاد ہو تو تمہارا بادشاہ تمہارے لیے شادی کے قانون میں ضرور ترمیم کر دے گا۔
- بادشاہ : ایسا ہی ہوگا۔
- آکیو یا : اس لیے میں چاہتی ہوں کہ اب جو دور تھا وہ قریب ہو۔ میری خوشی اور راحت میں تم برابر کی شریک ہو۔
- حُٹا : بس اب میں راحت، خوشی، آرام، اس جھوٹی دنیا کی کوئی چیز نہیں چاہتی.... تم دونوں جیو اور خوش رہو۔
- آکیو یا : تو بہن۔ تم اس جھوٹی دنیا میں تنہا رہ کر کیونکر زندگی بسر کرو گی؟
- حُٹا : میں.....

(حُٹا کا گانا)

اپنے مولا کی میں جوگن بنوں گی
جوگن بنوں گی، بروگن بنوں گی
اپنے مولا.....

(پردہ)

(آغا حشر کاشمیری)

مشق

سوالات

1. ڈرامے کی تعریف اور اجزائے ترکیبی کی وضاحت کیجیے۔
2. آغا حشر کاشمیری کی ڈراما نگاری کے امتیازات پر روشنی ڈالیے۔
3. ڈراما 'یہودی کی لڑکی' کے اہم کرداروں پر تبصرہ کیجیے۔